بیت اللہ

ایسی آیاتِ بیّنات اور تائیداتِ سماوی کا منبع ہے

جو

ہمیشہ زندہ رہیں گی

خطبہ جمعہ، فرمودہ ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء

بمقام مسجد مبارک، ربوہ

"حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ خدا کا یہ گھر ایسی آیاتِ بیّنات اور ایسے نشانات اور تائیداتِ سماوی کا منبع بنے گا۔ جو ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں گی، یعنی اس تعمیر سے ایسی اُمّتِ مُسلمہ کا قیام مدّ نظر تھا، جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نشان قیامت تک دنیا پر ظاہر ہوتے رہیں۔"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تشہّد، تعوّذ اور فاتحہ شریف کے بعد حضور پُرنُور نے آیت فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبۡرٰہِیۡمَ ۬ۚ وَ مَنۡ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا ؕ (سورۃ آل عمران: ۹۸) تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا:

مَیں اپنے خطبات میں اُن تئیس مقاصد کے متعلّق بیان کر رہا ہوں، جن کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی بنیادوں کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ذریعہ اُٹھوایا تھا۔ اور یہ بتا رہا ہوں کہ کس طرح نبی اکرم صلّی علیہ وسلّم کے ذریعہ ان اغراض کو پورا کیا گیا۔ تین مقاصد کے متعلّق میں اپنے پچھلے خطبات میں دوستوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔

چوتھی غرض تعمیرِ کعبہ سے یہ تھی یا یُوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا چوتھا وعدہ یہ تھا کہ فِیۡہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ ۔ مَیں نے بتایا تھا کہ اس فقرہ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ خدا کا یہ گھر ایسی آیات بیّنات اور ایسے نشانات اور تائیداتِ سماوی کا منبع بنے گا جو ہمیشہ کے لیے زندہ رہیں گی، یعنی اس تعمیر سے ایسی اُمّتِ مُسلمہ کا قیام مدّنظر تھا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نشان قیامت تک دنیا پر ظاہر ہوتے رہیں۔

قرآنِ کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ صرف اسی کی اتّباع کے نتیجہ میں قیامت تک کے لیے یہ دروازہ کھولا گیا ہے اور یہ کہ ہر قوم اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو اس کی برکتوں سے حصّہ لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ اپنے نشانوں کو ظاہر کرتا رہے گا۔

"آیات بینات" پہلے انبیاء کو بھی دیئے گئے تھے لیکن وہ ایسی آیات بیّنات تھیں جن کا تعلق صرف ان کی قوم اور ان کے زمانہ سے تھا۔ تمام بنی نوعِ انسان سے ان کا تعلّق نہ تھا اور ہر زمانہ سے ان کا واسطہ نہ تھا۔ لیکن ان

آیات میں تو مضمون ہی یہ بیان ہوا ہے کہ یہ وہ مقاصد ہیں جن کا تعلّق تمام بنی نوعِ انسان کے ساتھ ہے۔ ہر قوم اور ہر زمانہ کے ساتھ ہے۔ اسی لیے اس مضمون کی ابتدا ہی اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ میں لِلنَّاسِ کے ساتھ کی گئی ہے۔

تو اگرچہ آیات بیّنات پہلی اُمتوں کو بھی دیئے گئے، لیکن ایسی آیات بیّنات جن کا تعلّق ہر قوم اور ہر زمانہ سے تھا وہ صرف اور صرف محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَمَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَاۤ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ (سورۂ عنکبوت آیت ۵۰) اِس آیۂ کریمہ میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوّتِ قدسیہ سے ہمیشہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جنھیں کامل علم اور کامل معرفت عطا ہوتی رہے گی اور اس کامل معرفت کے نتیجہ میں اُن کے دلوں میں اپنے ربّ کے لیے کامل خوف بھی پایا جائے گا۔ اور اس کے نتیجہ میں ان کے دِلوں میں اپنے ربّ کے لیے کامل محبّت بھی پیدا کی جائے گی اور وہ اپنے ربّ کی قدر کرنے والے ہوں گے۔ تو ایسے لوگ چونکہ پیدا ہوتے رہیں گے، اس لیے وہ آیات بیّنات جن کا قرآنِ کریم کے ساتھ بڑا گہرا تعلّق ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم مجسّم ہے آیات بینات سے۔ وہ اُن کے سینوں سے نکلتے رہیں گے اور (قرآن عظیم کی) اس روشنی سے دنیا ہمیشہ منور ہوتی رہے گی لیکن کچھ لوگ اُمّتِ مُسلمہ میں ایسے بھی پیدا ہوں گے جو ظالم ہوں گے۔ اور قرآنِ کریم کے فیوض کے ان دروازوں کو اپنے پر بند کرنے والے ہونگے۔ ایسے لوگوں کے ذریعہ سے بے شک اللہ تعالیٰ کی آیات بیّنات ظاہر نہیں ہونگی لیکن اُوْتُوا الْعِلْمَ یعنی وہ لوگ جنھیں کامل علم عطا کیا جائے گا وہ ہمیشہ اُمّتِ مُسلمہ میں پیدا ہوتے رہیں گے اور آیات بیّنات کا دروازہ قیامت تک اُمّتِ مُسلمہ پر کھُلا رہے گا۔

یہ صرف ایک دعویٰ ہی نہیں، بلکہ تاریخ اسلام شاہد ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سچائی اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صداقت ثابت کرنے کے لیے زمین اور آسمان اور ہر زمانہ کو نشانوں سے بھر دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:۔

"دوسری علامت سچّے مذہب کی یہ ہے کہ مُردہ مذہب نہ ہو بلکہ جن برکتوں اور عظمتوں
کی ابتدا میں اس میں تخم ریزی کی گئی تھی وہ تمام برکتیں اور عظمتیں نوعِ انسان کی

بھلائی کے لیے اس میں اخیر دنیا تک موجود ہیں تا موجودہ نشان گذشتہ نشانوں کے لیے مصدّق ہو کر اس سچائی کے نُور کو قصّہ کے رنگ میں نہ ہونے دیں۔ سو میں ایک مدّت دراز سے لکھ رہا ہوں کہ جس نبوّت کا ہمارے سیّد و مولا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے دعویٰ کیا تھا اور جو دلائل آسمانی نشانوں کے آنجناب نے پیش کیے تھے وہ اب تک موجود ہیں اور پیروی کرنے والوں کو ملتے ہیں تا وہ معرفت کے مقام تک پہنچ جائیں اور زندہ خدا کو براہِ راست دیکھ لیں۔"

"تبلیغِ رسالت" جلد ۶ صفحہ ۱۴۔ اشتہار مورخہ ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام "تصدیق النّبی" میں فرماتے ہیں: ۔

"چوتھا معجزہ قرآن شریف کا اس کی روحانی تاثیرات ہیں جو ہمیشہ اس میں محفوظ چلی آتی ہیں یعنی یہ کہ اس کی پیروی کرنے والے قبولیتِ الٰہی کے مراتب کو پہنچتے ہیں اور مکالماتِ الٰہیہ سے مشرّف کیے جاتے ہیں، خدائے تعالیٰ اُن کی دُعاؤں کو سُنتا اور انھیں محبّت اور رحمت کی راہ سے جواب دیتا ہے اور بعض اسرارِ غیبیہ پر نبیوں کی طرح اُن کو مطّلع فرماتا ہے اور اپنی تائید اور نُصرت کے نشانوں سے دوسری مخلوقات سے اُنھیں ممتاز کرتا ہے۔ یہ بھی ایسا نشان ہے جو قیامت تک اُمّتِ محمدیّہ میں قائم رہیگا اور ہمیشہ ظاہر ہوتا چلا آیا ہے اور اب بھی موجود اور متحقّق الوجود ہے۔" (ص۲۳)

اسی طرح "کتابُ البریّہ" میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں: ۔

"جس قدر اسلام میں، اسلام کی تائید میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سچائی کی گواہی میں آسمانی نشان بذریعہ اس اُمّت کے اولیاء کے ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں ان کی نظیر دوسرے مذاہب میں ہرگز نہیں۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کی ترقی آسمانی

نشانوں کے ذریعہ سے ہمیشہ ہوتی رہی ہے اور اس کے بے شمار انوار اور برکات نے
خدا تعالیٰ کو قریب کر کے دکھلا دیا ہے۔ یقیناً سمجھو کہ اسلام اپنے آسمانی نشانوں کی وجہ سے
کسی زمانہ کے آگے شرمندہ نہیں۔"

(کتاب البریہ صفحہ ۶۷ طبع اول، وصفحہ ۹۲ روحانی خزائن جلد ۱۳)

اس کے بعد اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا وجود دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کی تعداد میں ان آیات بیّنات کو ظاہر فرمایا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وجود، آپؑ کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی صداقت پر ایک زندہ گواہ تھا۔ تازہ بتازہ نشان آسمان سے بارش کی طرح اُتر رہے تھے اور صرف وہ آنکھ جس پر تعصّب کی پٹّی بندھی ہوئی تھی ان نشانوں کے دیکھنے سے محروم تھی۔ ذرا سی عقل رکھنے والا، سمجھ رکھنے والا جو بے تعصب تھا وہ ان نشانوں سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ان آیات بیّنات کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ بلکہ احیاء دین کے نتیجہ میں ایک تازگی اسلام کے اندر پیدا ہوئی اور وہ دروازہ جو بعض لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے پر بند کر دیا تھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ثابت کیا کہ وہ کھلا ہے بند نہیں ہے۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ نشانوں کا یہ سلسلہ جاری رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ عنہ کی زندگی اُن لوگوں کی زندگی تھی جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اُوْتُوا الْعِلْمَ آئیہ مذکورہ میں بیان کیا ہے۔ یہی حال حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا تھا۔ سینکڑوں اور ہزاروں نشان دنیا نے آپ کے ذریعہ دیکھے۔ اور اب بھی یہ دروازہ بند نہیں ہے۔ ابھی چند دن کی بات ہے نماز فجر سے قبل مَیں استغفار میں مشغول تھا۔ ایک خوف سا مجھ پر طاری تھا اور مَیں اپنے ربّ سے اس کی مغفرت کا طالب ہو رہا تھا۔ اس وقت اچانک میں نے محسوس کیا کہ ایک غیبی طاقت نے مجھے اپنے تصرّف میں لے لیا ہے۔ اور میری زبان پر یہ الفاظ جاری ہوئے "قیامِ دین" اور پھر ایک دھکّے کے ساتھ جس نے میرے سارے جسم کو ہلا دیا مَیں پھر بیداری کے عالم میں آگیا اور اس کی تفہیم مجھے یہ ہوئی کہ موجودہ سلسلۂ خطبات کے ذریعہ جو پروگرام مَیں جماعت کے سامنے رکھنے والا ہوں اُس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دین اسلام کو قائم کرے گا۔ اس کے استحکام کے سامان پیدا کرے گا انشاء اللہ۔

توہزاروں نشانات ہیں جن کا سلسلہ خلافتِ مسیح محمدی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے جاری کیا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ چونکہ خلیفۂ راشد فنا اور نیستی کے مقام پر ہوتا ہے اس لیے عام طور پر وہ ایسی باتوں کا اظہار نہیں کیا کرتا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبّت کے اظہار کی باتیں ہوتی ہیں۔ سوائے ایسی باتوں کے جن کا تعلّق سلسلہ کے ساتھ ہو اور جن کا بتایا جانا ضروری ہو۔ بلکہ اپنے تجربہ کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ خلفائے راشدین کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ منع کرتا رہا ہے کہ اپنے مقامِ قُرب کا کھُل کر اظہار نہ کیا کریں اور اپنے ذاتی تجربہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایک فرمان اور تاریخی گواہیوں کے پیشِ نظر میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ تاریخ نے خلفاء راشدین سابقین کی صرف چند "آیات بیّنات" محفوظ کی ہیں۔ مثلاً میرے خیال میں پانچ دس سے زیادہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نشانات بیان نہیں کیے، یعنی جو پیش خبریاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی گئیں یا جو بشارتیں آپ کو دی گئیں اُن میں سے چند ایک تاریخ میں محفوظ ہیں، زیادہ نہیں ہیں، لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا ہے کہ ہزار ہا پیش خبریاں اور مکالمے مخاطبے ان بزرگ خلفاء راشدین سے ہوئے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا فرمان تو حق اور صداقت ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن تاریخ خاموش ہے نتیجہ یہ نکالنا پڑتا ہے کہ یہ لوگ ان باتوں کا پبلک میں اظہار نہیں کیا کرتے تھے۔ سوائے ضرورت کے وقت کے۔ سوائے اُن باتوں کے جن کا سلسلہ کے نظام سے تعلّق ہو۔ اور ان کا بتایا جانا ضروری ہو۔ مثلاً ایک وقت میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب جماعت کے خلاف بہت فتنہ و فساد تھا فرمایا تھا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے اگر میں تمھیں بتا دوں تو تمھارا زندہ رہنا ہی مشکل ہو جائے گا (الفاظ مجھے یاد نہیں، مفہوم اسی قسم کا تھا)

میں بتا یہ رہا ہوں کہ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ کا جو وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کیا گیا تھا، محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اس وعدے کو پُورا کرنے والے ہیں اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں دنیا نے اللہ تعالیٰ کے لاکھوں نشانات کا مشاہدہ کیا ہے اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے ذریعہ سے بھی۔ اور دُوسرے جو بزرگ جماعتِ احمدیہ میں پائے جاتے ہیں اُن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نشان ظاہر کرتا رہتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت کے طفیل آپ کے ماننے والوں پر یہ حقیقت بھی وضاحت کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ اس قسم کی باتیں عام طور پر

ظاہر نہیں کرنی چاہئیں، کیونکہ ان کے نتیجہ میں انانیت پیدا ہوتی ہے اور بعض دفعہ یہ خطرہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو انسان مول لینے والا نہ ہو جائے۔

تو قرآنِ کریم سے نیز جو نمونہ اولیاءِ اُمّت کا تاریخ میں محفوظ ہے اور جو سلوک نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عشّاق اور اپنی رضا کی راہوں میں فدا ہونے والوں سے اللہ تعالیٰ کرتا رہا ہے اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تمام اقوام میں اور ہر زمانہ میں آیات بیّنات موجود ہیں اور ان کا تعلّق صرف مسلمانوں سے ہے۔ دوسرے مذاہب نہ ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں اور نہ اسے ثابت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

پانچویں غرض تعمیرِ کعبہ سے یہ بتائی گئی تھی: مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ - اور یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اس ابراہیمی مقام کے ذریعہ سے عشّاقِ الٰہی کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جاتی رہے گی جو تمام دنیوی علائق سے مُنہ موڑ کر خدا کی رضا پر اپنی تمام خواہشات کو قربان کر کے مقامِ فنا کو حاصل کرنے والی ہو گی۔ سوچا جائے تو آیات بیّنات کے نتیجہ میں ہی مقام ابراہیم کا حصُول ممکن ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ "آیات بیّنات" اور "مقام ابراہیم" کا آپس میں بڑا گہرا تعلّق ہے۔ تو چونکہ اُمّتِ محمدیہ میں آیات بیّنات کا ایک سمندر ہمیشہ موجزن رہتا ہے اس لیے اُمّتِ محمدیہ میں ممکن ہو گیا ہزاروں لاکھوں ایسے بزرگوں کا پایا جانا کہ جو مقامِ ابراہیم کو حاصل کرنے والے ہوں۔ دراصل مقامِ ابراہیم مقامِ محمدیّت کا ظِلّ ہے بعین اس مقام تک پہنچ جانا جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا مقام ہے یہ تو ممکن نہیں، لیکن اس کے بعد جو دوسرا مقام ہے وہ مقام ابراہیم ہے۔ ایک ظِلّ کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے ان آیات بیّنات سے حِصّہ لیا ہے۔ قرآنِ کریم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میرے ماننے والوں میں ایسے لوگ کثرت سے پیدا ہوں گے جو فنا کے اس مقام کو حاصل کرنے والے ہوں گے۔ یہ مقامِ فنا کیا چیز ہے؛ اس کے متعلّق حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں:

"ایک مقام محبّتِ ذاتی کا ہے جس پر قرآنِ شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے
اور اُن کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبّتِ الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے کہ ان کے وجود کی
حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوب حقیقی سے ایک عجیب طرح کا
پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارق عادت اُنس اور شوق اُن

کے قلوبِ صافیہ پر مستولی ہوجاتا ہے، جو غیر سے بکلّی منقطع اور گسستہ کر دیتا ہے اور آتشِ عشقِ الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقات خاصّہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے .. ۔ اور سب سے بزرگ تر اُن کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں۔ اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبّت ذاتی کے غلبہ سے برنگِ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربت عذب کی طرح سمجھتے ہیں۔ کسی تلوار کی تیز دھار اُن میں اور ان کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتی اور کوئی بلیۂ عظمیٰ اُن کو اپنے اُس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتی اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبّت میں لذّات پاتے اور اسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اسی کو، اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے۔ تمام عالم میں اُسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اُسی کے لیے جیتے ہیں اور اسی کے لیے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخُود ہو کر پھر بے خُود ہیں۔ نہ عزّت سے کام رکھتے ہیں، نہ نام سے، نہ اپنی جان سے، نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لیے کھو بیٹھتے ہیں۔ اور ایک کے پانے کے لیے سب کچھ دے ڈالتے ہیں لایُدرک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں اور تفہیم اور تفہّم سے صُمٌّ و بُکمٌ ہوتے ہیں اور ہر یک مصیبت اور ہر یک رُسوائی کے سہنے کو تیار رہتے ہیں اور اس سے لذّت پاتے ہیں۔"

{ براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۴ تا ۵۱۴
حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ }

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس مقدّس جماعت کا نقشہ یُوں کھینچا اور بیان فرمایا ہے کہ ابراہیمی وعدہ کے مطابق اور ان بشارتوں کے مطابق جو محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے دی تھیں:۔

"لاکھوں مقدّسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کی اتّباع سے برکات الٰہی دل پر
نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولا کریم سے ہو جاتا ہے ..... اور ایک لذیذ
محبّت الٰہی جو لذّتِ وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے
اگر اُن کے وجُودوں کو ہاونِ مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر
نچوڑا جائے تو اُن کا عرق بجز حُبِّ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔ دنیا ان سے ناواقف
اور وہ دنیا سے دُور تر اور بلند تر ہیں" (سُرمہ چشم آریہ حاشیہ ص۱۳)

یہ وہ مقامِ ابراہیم ہے جس کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو دیا گیا۔ اس کی بشارت اپنے ربّ کی طرف سے محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پائی۔ اور خدا تعالیٰ جو سچّے وعدوں والا ہے، اُس نے اپنے اس وعدے کو سچّا ثابت کر دکھایا اور اُمّتِ مُسلمہ میں لاکھوں وجود ایسے پیدا کیے جو مقامِ ابراہیم تک پہنچنے والے تھے۔

چھٹا وعدہ جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام سے کیا گیا تھا وہ ان آیات کے اِس ٹکڑے میں بیان ہُوا ہے وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا میں نے بتایا تھا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو بیت اللہ میں داخل ہوگا یعنی اُن عبادات کو بجا لائے گا جن کا تعلّق خدا تعالیٰ کے اس گھر سے ہے، دنیا اور آخرت کے جہنّم سے خدا کی پناہ میں آجائے گا اور اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور نارِ جہنّم سے وہ محفوظ ہو جائے گا۔ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ جو اس گھر میں داخل ہوگا، اس آگ سے محفوظ ہو جائے گا (جو خدا تعالیٰ نے منکروں کے لیے بھڑکائی ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ نمل میں فرماتا ہے وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ٥ (آیت ۹۰) یعنے اسلامی ہدایت کے مطابق اعمالِ صالحہ بجا لانے والوں کو اللہ تعالیٰ بہتر اور احسن بدلہ دے گا اور نفخ صور کی گھڑی میں ایسے لوگ خوفِ جہنّم سے محفوظ رہیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو یہ بشارت دے گا کہ تمہیں نارِ جہنم کی طرف نہیں لے جایا جائے گا بلکہ جنّت کی طرف لے جایا جائے گا۔ اس واسطے کسی قسم

کا خوف نہ کرو۔

اسی طرح اللہ تعالےٰ نے دوسری جگہ فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ؕ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ○ (سورۃ الحجر: ۴۶-۴۷) متّقی لوگ یقیناً باغوں اور چشموں والے مقام میں داخل ہوں گے اُنھیں کہا جائے گا کہ تم سلامتی کے ساتھ بے خوف خطر ان میں داخل ہو جاؤ۔ تو یہ امن ہے جو قرآن کریم کے ذریعہ سے اُس کے کامل متّبعین کو ملتا ہے۔

فرمایا تھا مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا عین یہی الفاظ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو فرمائے اور فرمایا کہ ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (سورۃ الفتح: آیت ۲۸) کہ تم مسجد حرام میں امن کے ساتھ داخل ہو گے اور وہ وعدہ پُورا ہُوا۔

ایک تو اس کی ظاہری تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکّہ کے سامان پیدا کیے اور بغیر جنگ کے کفّار مکّہ نے جنھوں نے اپنی ساری عُمر یں اسلام کو مٹانے کے لیے صرف کر دی تھیں ہتھیار ڈال دیئے اور فرشتوں نے جن کا آسمان سے نزول ہُوا اُن کے دلوں میں اس قدر خوف پیدا کر دیا کہ لڑائی کی ان کو ہمّت ہی نہ پڑی۔

لیکن اس کے دوسرے معنے یہ بھی ہیں کہ تم ہی وہ اُمت ہو جو اس وعدہ کو پُورا کرنے والی ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اِن الفاظ میں کیا گیا تھا کہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا۔ جو اس میں داخل ہو گا وہ امن میں آجائے گا۔ تمھارے ذریعے سے وہ وعدہ پُورا ہُوا۔ میں اس کی وضاحت کر چکا ہوں کہ یہ تمام وعدے وہ ہیں، جن کا تعلق تمام بنی نوع انسان سے ہے ہر قوم اور ہر زمانہ کے ساتھ۔ کسی خاص قوم یا کسی خاص زمانہ کے ساتھ یہ مخصوص نہیں ہیں۔

تو مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا کے معنی یہ ہوئے کہ خواہ دنیا کی کسی قوم سے ہی تعلّق کیوں نہ رکھتا ہو یا کسی زمانہ میں ہی رہنے والا کیوں نہ ہو جو شخص بھی مناسکِ حج خلوص نیّت سے ادا کرے گا وہ نارِ جہنّم سے محفوظ ہو جائے گا۔ چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (یاد رکھیں کہ يَرْفَثْ اور يَرْفِثْ اور يَفْسُقُ اور يَفْسِقُ دونوں طرح عربی زبان میں یہ الفاظ بولے جاتے ہیں) کہ جو شخص گندی اور فحش باتوں سے پرہیز کرے یعنے جو شخص حجّ کرے اور مناسکِ حجّ ادا کرتے ہوئے فحش کلامی سے بچتا ہے

جس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا اندرُونہ اس قدر پاکیزہ ہو کہ فحش بات اُس کی زبان پر آہی نہ سکتی ہو۔ یہ مطلب نہیں کہ وہ باقی گیارہ ماہ کچھ دن تو ہر قسم کی فحش کلامی کرتا رہے صرف ان دنوں رفث سے بچے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس کا اندرُونہ اتنا پاک ہو چکا ہو اور گندگی اُس کے سینہ سے اتنی دُور ہو چکی ہو کہ فحش بات، گندی بات اس کے منہ پر آہی نہ سکے۔ اور جو حق اور صلاح کے طریق سے خروج نہ کرے یعنی شرعی حدود سے باہر نہ ہو اُن کی پابندی کرنے والا ہو اور اطاعت کا حق ادا کرنے والا ہو، تو جو شخص اس خالص نیّت کے ساتھ اور ان خالص اعمال کے ساتھ اور ان پاکیزہ آداب کے ساتھ حج بیت اللہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس سے وعدہ ہے کہ اُس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور جس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے وہ یقیناً نارِ جہنم سے بچا لیا گیا۔

ایک اور طرح بھی انسان اِس دنیا میں بھی اور اُس دنیا میں بھی نارِ جہنم سے بچ جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ مَنْ دَخَلَہٗ جو مقامِ ابراہیم میں داخل ہوا کَانَ اٰمِنًا اللہ تعالیٰ کی امان میں اور امن میں آجاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :۔

> ”خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں...... مگر اس کی یہ عجیب قدرتیں اُن ہی پر کھلتی ہیں جو اُس کے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اُس کے لیے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اُس کے آستانے پر گرتے ہیں اور اس قطرے کی طرح جس سے موتی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں اور محبّت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھل کر اس کی طرف بہنے لگتے ہیں تب وہ مصیبتوں میں ان کی خبر لیتا ہے اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انھیں بچا لیتا ہے اور ذلّت کے مقاموں سے اُنھیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ ان کا متولّی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ وہ اُن مشکلات میں جبکہ کوئی انسان کام نہیں آسکتا ان کی مدد کرتا ہے اور اس کی فوجیں اس کی حمایت کے لیے آتی ہیں۔ کس قدر شکر کا مقام

ہے کہ ہمارا خدا، کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تُم ایسے عزیز کو چھوڑ دوگے ؟ کیا اپنے
نفس ناپاک کے لیے اس کی حدود کو توڑ دوگے ؟ ہمارے لیے اُس کی رضامندی
میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے"۔ (ایّام الصّلح صفحہ ۱۰۴)

یہ وہ امن ہے جو اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو اپنے پر ایک موت وارد کرکے نیستی کا لبادہ اوڑھتا اور مقام ابراہیم میں داخل ہوتا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کی فوجیں آسمان سے نزول کرتی ہیں اور اس کو ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ کر لیتی ہیں۔ خدا تعالےٰ اپنے بندوں پر دو آگوں کو مسلّط نہیں کرتا۔ ایک تو اس کے وہ بندے ہیں جو محبّت کی آگ میں جل کر فنا کا مقام حاصل کرتے ہیں، تب دوسری آگ کے دروازے اُن پر بند کر دئے جاتے ہیں۔ ایک وہ اس کے بندے ہیں جو اس کی محبّت کا خیال نہیں رکھتے جو اُس کے پیار پر شکر کرنے والے نہیں، جو اس کی رحمتوں پر کفر کرنے والے ہیں، جو اس سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس سے پیار کرنے کی بجائے دنیا سے پیار کرتے ہیں وہ اسے محبوب بنانے کی بجائے دنیا کے علائق کو اور دنیا کے رشتوں کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر خدا کی حفاظت نازل نہیں ہوتی اور نہ اس کی فوجیں نازل ہو کر اُن کو امن دیتی ہیں۔ بلکہ دوزخ کے دروازے ان لوگوں پر کھولے جاتے ہیں اور نارِ جہنّم اُن کا ٹھکانا ہوتا ہے۔

پس خدا کے بندوں پر دو آگیں وارد نہیں ہوتیں۔ اب یہ اُن کی مرضی ہے کہ محبّت کی آگ کو پسند کریں اور گندگی کو جلا کر خاک کر دیں اپنے نفس کو بھی اور اپنی خواہشات کو بھی، اپنے وجود کو بھی اپنی ساری محبّتوں کو بھی، اپنے سارے رشتوں کو بھی اپنے تعلّقوں کو بھی۔ اور یا وہ خدا کی محبّت پر دنیا کی محبّت کو ترجیح دیں اور اپنے لیے خود اپنے ہاتھ سے جہنّم کے دروازے کھولیں۔

ساتواں وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کیا گیا تھا کہ صرف تیری نسل پر ہی یہ حجّ فرض نہ رہے گا بلکہ ایک ایسا نبی یہاں مبعوث کیا جائے گا جس کی شریعت عالمگیر ہوگی اور اس شریعت کے نزول کے بعد اقوام عالم پر حجّ کو فرض کر دیا جائے گا اور اس طرح اس خانہ خدا کو مرجعِ خلائق اور مرجعِ عالم بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت نبی اکرمؐ کی بعثت سے پہلے یہ وعدہ پورا نہیں ہُوا۔ جب نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم مبعوث ہوئے اور قرآنی شریعت آپ پر نازل ہوئی تب اس شریعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوعِ انسان پر حج کو فرض کر دیا۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلْحَجُّ

اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ (آیت : ۱۹۸) کہ اے بنی نوع انسان تم یاد رکھو کہ حج کے مہینے سب کے جانے پہچانے ہیں۔ پس جو شخص حج کو اپنے پر فرض سمجھتے ہوئے حج کرنے کا پختہ ارادہ کرے وہ حج کے ایام میں (جیسا کہ دوسرے دنوں میں) کوئی شہوت کی بات یا کوئی نافرمانی کی بات یا کسی قسم کے جھگڑے کی بات نہ کرے۔ یہ اُس کے لیے جائز نہ ہوگا اور پھر فرمایا کہ جو نیک کام بھی تم کرو گے اللہ ضرور اس کی قدر کو پہچان لے گا۔ وہ یہ نہیں دیکھے گا کہ تمہارا تعلق سفید نسل سے ہے یا تمہارا تعلق سیاہ نسل سے ہے، بلکہ خواہ تم کسی بھی قوم کے فرد کیوں نہ ہو، کسی بھی خطّۂ زمین کے رہنے والے کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبّیک کہتے ہوئے حجّ کو خدا کے کہنے کے مطابق اپنے لیے ضروری عبادت سمجھو گے اور جب وہ شرائط تمہارے حق میں پوری ہو جائیں گی جن کا تعلق حج کرنے کے ساتھ ہے اور اس فریضہ کو فریضہ جانتے ہوئے تم حج کرو گے اور حج کے دَوران بھی اُن تمام ہدایتوں کا پاس کرو گے جو ہدایتیں اللہ تعالیٰ نے اس ضمن میں تمہیں دی ہیں تو پھر اے تمام بنی نوعِ انسان! یہ سُن لو کہ نیکی کا جو کام بھی تم کرو گے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں تمہاری قدر قائم ہو جائے گی۔ وہ تمہاری نیکی کو پہچانے گا۔ کوئی چیز اس کی نظر سے غائب نہیں ہے اور اس قدر کے نتیجہ میں اس کی بے شمار نعمتوں کے تم وارث ہو گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حجّ بیت اللہ صرف ظاہری مناسکِ حج کا ہی نام نہیں، بلکہ ہر عبادت اسلامی کے پیچھے اس کی ایک رُوح ہے ظاہری عبادت جسم کا رنگ رکھتی ہے۔ اُس کے پیچھے ایک رُوح ہے۔ جو شخص رُوح کا خیال نہ رکھے اور صرف جسم پر فریفتہ ہو وہ ایک مُردہ کی پرستش کرنے والا ہے۔ اس کو ان عبادات کا جن کی رُوح کا خیال نہیں رکھا گیا کوئی ثواب نہیں ملیگا۔ بلکہ اس کے ساتھ اس کے ربّ کا وہی سلوک ہوگا جو ایک مُردہ پرست کے ساتھ ہونا چاہئیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حج کے متعلق فرمایا ہے :۔

”اصل بات یہ ہے کہ سالک کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ وہ اِنقطاعِ نفس کرکے تعشّق باللہ اور محبّتِ الٰہی میں غرق ہو جاوے۔ عاشق اور مُحِبّ جو سچّا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور اپنا دل قربان کر دیتا ہے اور بیت اللہ کا طواف

اس قربانی کے واسطے ایک ظاہری نشان ہے ۔جیسا کہ ایک بیت اللہ نیچے زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے جب تک آدمی اُس کا طواف نہ کرے اِس کا طواف بھی نہیں ہوتا، اس کا طواف کرنے والا تو تمام کپڑے اتار کر ایک کپڑا بدن پر رکھ لیتا ہے، لیکن اُس کا طواف کرنے والا بالکل نزع ثیاب کر کے خدا کے واسطے ننگا ہو جاتا ہے۔ طواف عشاقِ الٰہی کی ایک نشانی ہے عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں۔ گویا اُن کی اپنی مرضی باقی نہیں رہی۔ وہ اس کے گرداگرد قربان ہو رہے ہیں۔"

[رموزاتُ الحقائق جلد سوم (مجموعہ فتاویٰ احمدیہ)
مرتبہ محمد فضل صاحب چنگوی صفحہ ۲۶]

تو یہ آسمانی حج ہے۔ جب تک کوئی شخص اُس بیت اللہ کا حج نہیں کرتا، زمین کا حج بھی قبولیت حاصل نہیں کرتا۔ تو حج کرنے والوں، حج کی نیّت رکھنے والوں کو یہ نکتہ بھولنا نہیں چاہیئے۔ ظاہری عبادتیں جو ہیں وہ ہم نے کرلیں اور جو باطنی عبادت ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہوتا ہے اس کے متعلق ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ قبول ہوئی یا نہیں ہوئی۔ تو اس ظاہری عبادت کے بعد کسی قسم کا فخر اور عُجب اور خودی اور انانیت کیوں پیدا ہو۔ اس سے تو اور بھی دُوری اپنے ربّ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ شکر کا مقام ہو اور حمد کے گیت گائے جائیں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن وہ بھی اُس طرح جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ جس وقت خدا کا ایک پیارا بندہ اپنے ربّ کی عبادت میں مصروف ہوتا ہے اور عاجزی اور انکسار اور گریہ وزاری کے ساتھ سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اگر اس وقت کوئی دُوسرا شخص اسے دیکھ لے تو اپنے دل میں اسے اتنی ہی شرمندگی محسوس ہوتی ہے جس طرح اس شخص کو شرمندگی محسوس ہوتی ہے جو دنیا کے تعلّقات میں محو ہو اور کوئی شخص آگے اس کو دیکھے۔

پس یہ پیار کی باتیں ظاہر کرنے والی نہیں ہوتیں۔ محبّت کی یہ باتیں تو بندے اور ربّ کے درمیان ایک راز ہوتا ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ دنیا ان سے واقف نہیں کیونکہ وہ دنیا سے دُور ہیں اور دنیا سے بلند ہیں

لیکن جو شخص خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کے قریب آنا چاہتا ہے اور رفعتوں اور بلندیوں کو چھوڑ کر خُلود الی الارض کرتا ہے تاکہ اسے دنیا میں شناخت کیا جائے اور اس کی تعریف کی جائے، تو دنیا کے تو وہ قریب آگیا، مگر خدا تعالیٰ سے وہ دور ہو گیا اور بلندیوں اور روحانی رفعتوں سے وہ ہاتھ دھو بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص کو ہم میں سے اس سے محفوظ رکھے اور جیسا کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے وعدے دیئے اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امّت کے لیے بشارتیں دیں ان بشارتوں کے موافق لاکھوں مقدّس جو پیدا ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے ان مقدّسوں کے گروہ میں ہمیں شامل کرے اور شامل رکھے۔ ہم دنیا کی تعریف نہیں چاہتے لیکن خدا ایسے سامان پیدا کر دے کہ وہ ہمارے دل کی کسی نیکی کی خواہ وہ رائی کے دانہ کے برابر ہی کیوں نہ ہو شناخت کرنے لگے اور اس رائی کے دانہ کے برابر نیکی کا بدلہ پیار و محبت سے دے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(منقول از روزنامہ الفضل ربوہ۔ مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء)